شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد
رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

نومبر 2009ء / ذی قعدہ، ذی الحج ۱۴۳۰ھ رجسٹرڈ نمبر R-123 جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 9 , 10

مجلسِ ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

مجلسِ مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی	(بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر	(چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی	(لاہور)
حضرت مولانا محمد مختار حسن	(نوشہرہ)
حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی	(چشتیاں)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد	(ڈیرہ اسماعیل خاں)
محترم محمد اسلوب قریشی	(لاہور)
محترم سید مطلوب علی زیدی	(لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف	(سعودی عرب)
محترم سید اصغر علی شاہ بخاری	(پیرجو گوٹھ)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی	(سکھر)
محترم سید سیف الاسلام خالد	(راولپنڈی)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ	(سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی	(کراچی)
حضرت مولانا قاری تاج افسر	(اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز	(جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف	(حسن ابدال)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی	(شکار پور)

ترتیب عنوانات

سلسلہ نمبر ۱۱

1	درسِ قرآن	تشریح: خواجہ عبدالحیٔ فاروقیؒ	2
2	درسِ حدیث	ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن	2
3	اداریہ	مدیرِ اعلیٰ	3
4	چینی کی بے چینی	محمد عباس شاد	3
5	خطبہ جمعۃ المبارک	مفتی عبدالخالق آزاد	4
6	عیدالاضحیٰ اور عشرہ ذی الحجہ کی اہمیت	مفتی عبدالخالق آزاد	5
7	عیدالاضحیٰ کے احکام و مسائل	مفتی عبدالغنی قاسمی	7
8	رفتارِ کار	عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ	7
9	احکام و مسائل قربانی	مفتی عبدالخالق آزاد	8

ماہنامہ ''رحیمیہ'' کی ممبرشپ

قیمت فی شمارہ: مبلغ 10 روپے سالانہ ممبرشپ فیس: مبلغ 150 روپے

سالانہ ممبرشپ کے لئے ترسیل زر کا پتہ: ''ناظم دفترِ ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور''۔ تمام ممبران کو رسالہ براہِ راست ڈاک کے ذریعہ سے ارسال کیا جاتا ہے، اس لئے اپنا پتہ صاف اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ماہنامہ ''رحیمیہ'' ہر مہینہ کی 3 اور 4 تاریخ کو سپردِ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں مہینہ کی 10 تاریخ کے بعد رابطہ کریں۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

شعبہ مطبوعات
ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

برائے رابطہ
رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
فون: 0092-42-36307714/36369089
Web:www.rahimia.org

www.rahimia.org

درسِ قرآن

حج کی فرضیت اور ذمہ داریاں

تشریح: خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ

الحج اشھر معلومات ج فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ط و ما تفعلوا من خیر یعلمه الله ط وتزوّدوا فان خیر الزاد التقویٰ ز واتقونِ یاُولی الالباب o (سورۃ البقرہ آیت نمبر۱۹۷)

’’اور حج کے چند مہینے معلوم ہیں، پس جس نے ان میں حج کو لازم کرلیا، تو پھر ایامِ حج میں نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ گناہ کرنا، اور نہ جھگڑا کرنا، اور جو کچھ تم نیکی کروگے، اللہ اس کو جان لے گا، اور زادِ راہ (سفر خرچ) لیا کرو، بے شک بڑا فائدہ اپنا خرچ کرنے میں سوال کرنے سے بچنا ہے، اور اے عقل مندو! مجھ سے ڈرتے رہو‘‘۔

مسلمانوں کو مضبوط اور طاقتور سپاہی بنانے کے لئے حج اور عمرہ کا حکم دیا جاتا ہے، حج کے مقامات حسب ذیل ہیں: (۱) بیت اللہ: جس کا طواف کیا جاتا ہے۔ (۲) صفا اور مروہ کی پہاڑیاں: جو بیت اللہ الجلیل کے پاس ہیں۔ عمرہ میں صرف بیت اللہ کا طواف کیا جاتا ہے اور ان دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑا جاتا ہے۔ (۳) مکہ شہر سے مشرق کی جانب منیٰ ہے۔ (۴) منیٰ سے آگے مزدلفہ ہے۔ (۵) اور مزدلفہ سے آگے عرفات کا میدان ہے۔ فریضۂ حج میں ان مقامات میں بھی جانا ہوتا ہے۔

حج کے لئے تین مہینے مقرر ہیں: شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس ایام، ان دنوں میں حسبِ ذیل چیزوں کی ممانعت ہے: (الف) رفث: فحش باتوں سے پرہیز کرنا، حدیث میں آتا ہے: **اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث یومئذ ولا یصخب**، (جب تم میں سے کوئی کسی دن روزے سے ہو تو اس دن نہ تو فحش باتیں کرے اور نہ جھگڑا کرے) تمام لغو اور فضول باتیں جو حج سے پہلے حرام تھیں، اب ان میں اور زیادہ حرمت آجائے گی، اپنی بیوی سے بے حجابی کی باتیں کرنا قبل از حج جائز تھا مگر ان دنوں میں وہ بھی حرام ہوگا۔ (ب) فسوق: اس میں ہر قسم کا گناہ شامل ہے، خوشبو لگانا، بال کتروانا بھی جائز نہیں۔ (ج) جدال: رفیقوں سے لڑنا جھگڑنا، گالی گلوچ دینا اور ناشائستہ الفاظ سے خطاب کرنا بھی ممنوع ہے۔

ایامِ حج میں صرف یہ تین باتیں ناجائز ہیں، ان کو ترک کر کے جو اچھا کام ہو شوق سے کرو، اس کی ضرور جزا ملے گی، اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر شخص اپنا زادِ راہ (سفر خرچ) لے کر جائے، دوسروں کے کندھوں پر بوجھ نہ ہو، یمن کے لوگوں کا دستور تھا کہ سفر خرچ ساتھ لئے بغیر گھروں سے حج کے لئے نکل کھڑے ہوتے، مکہ میں جا کر بھیک مانگتے، چوریاں کرتے، اور دوسروں کا مال غصب کرنے کی فکر میں رہتے، بظاہر ان کا مقصد صبر و توکل پیدا کرنا تھا، مگر تقویٰ وطہارت حاصل کرنے کا یہ طریق نہیں، اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ انسان اپنا زادِ راہ ہمراہ لے کر نکلے، اس طرح ایک تو سوال کرنے سے بچ جائے گا، دوسرے صدہا گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ اربابِ عقل تو وہی ہیں جو خدا کی یاد میں اپنا تمام وقت صرف کرتے ہیں، اور ان کے پیش نظر ہر وقت خدا کے نام پر قربان ہونے کا خیال رہتا ہے، مگر جو لوگ دنیا سے علیحدگی اختیار کر کے بھیک مانگنا شروع کر دیتے ہیں، انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ جب مسلمان حج کے زمانہ میں ان خصلتوں کے عادی بن جائیں گے، تو انہیں زمانہ جنگ میں شریفانہ طور پر رہنا آسان ہو جائے گا، اور یہ ایک خصوصی امتیاز ہوگا، اسلامی لشکر کا کہ اس میں فسق و فجور اور تمام فواحش ومنہیات کا ارتکاب نہیں ہوتا، جب کہ دوسری قوموں کے لشکر ہر قسم کی بدکاری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ چونکہ حج اور عمرہ کا مقصد تربیت کی تکمیل ہے، اس لئے حج کے موقع پر اس امر کے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی کہ اُمت مسلمہ کے بہترین دل و دماغ سے تبادلۂ افکار و خیالات کرے، ان کی صحبت اور ہمنشینی سے فیض یاب ہو اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے نشو و ارتقاء اور حیاتِ اجتماعی پر غور کرے۔

درسِ حدیث

صاحب ایمان کا شعور وبصیرت

تشریح: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین o (صحیح مسلم)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مؤمن ایک سوراخ سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا‘‘۔

اس ارشادِ گرامی کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بھائی شاعر تھا، ’’ابو عزہ‘‘ اس کا نام تھا، یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی ہجو (برائی بیان) کیا کرتا اور کفار کو آپ کے خلاف اُبھارا کرتا تھا، غزوہ بدر میں گرفتار کر کے آپ کے سامنے لایا گیا تو اس نے رہائی کی صورت میں احسان کرنے کی درخواست کی تو آپؐ نے اس سے عہد لیا کہ واپس جا کر نہ تو وہ ہجو کرے گا اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف انتشار پھیلائے گا، چنانچہ اس عہد کے بعد اس کو رہا کر دیا، اس نے رہائی کے بعد دوبارہ ہجو گوئی اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی شروع کر دی۔ غزوۂ اُحد میں جب دوبارہ گرفتار ہوا اور پھر اس نے رہائی کی درخواست کی تو آپ نے یہ بلیغ جملہ ارشاد فرمایا کہ:

’’صاحب ایمان ایک سوراخ سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا‘‘، یعنی اب دوبارہ رہائی کی گنجائش نہیں رہی۔

آپ کا ارشادِ گرامی اس شانِ ورود کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس میں ایسی صفت بیان کی گئی ہے، جو درحقیقت ایمانی فراست کا تقاضہ ہے کہ صاحب ایمان حالات وواقعات کے بارہ میں پوری طرح بیدار اور باشعور ہوتا ہے، اس لئے اسے ایک سے زائد بار دھوکہ نہیں دیا جاسکتا، گویا اس میں اس خیال کی تردید ہے کہ مؤمن اپنے ماحول سے بیگانہ اور دنیوی مدوجزر (اُتار چڑھاؤ) سے لاتعلق ہوتا ہے، یہ تصور دورِ زوال کی پیداوار ہے، یا راہبوں اور جوگیوں سے متأثر ہونے کا نتیجہ ہے۔

مؤمن کامل تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بڑھ کر کوئی نہیں، آپ کی زندگی میں مکمل شعور، حالات سے مکمل آگاہی اور بھرپور احتیاط کی صفات بدرجہ اُتم موجود تھیں اور مندرجہ بالا واقعہ، اس کی ایک مثال ہے، لہٰذا سادہ لوح اور اپنے آپ میں مگن فرد کتنا ہی فرشتہ خصلت کیوں نہ ہو وہ نہ صرف دنیوی اُمور میں معاشرہ کی رہنمائی کی صلاحت سے عاری ہوتا ہے بلکہ وہ شاطرانہ سیاست کا آلہ کار بن کر معاشرہ کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ گویا زُہد کا مفہوم دنیوی معاملات سے لاتعلقی و بیزاری نہیں ہے، لہٰذا اہل اسلام کو اہل کفر کی طرف سے درپیش پیچیدہ صورت حال سے وہی افراد عہدہ برآ ہوسکتے ہیں، جو حقیقی معنوں میں صاحب ایمان ہوں، یعنی خدا پرست اور عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ بیدار مغز، باشعور، گرد و پیش سے باخبر، حالات کے پس منظر و پیش منظر سے واقف اور درپیش اُمور کے اُتار چڑھاؤ سے بھی مکمل طور پر آگاہ ہوں۔

اس دور میں خاص طور پر اس حدیث مبارکہ کے تناظر میں گرد و پیش کے ماحول کو سمجھنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ یہی وہ پُرفتن دور ہے، جس میں شیطانی اور طاغوتی قوتیں بڑے مکر وفریب سے مسلمان، معاشروں میں غلط افکار و نظریات اور فرسودہ نظامہائے حیات کو متعارف کرانے کے لئے بار بار دھوکہ دیتی ہیں، اور اسلام کا نام استعمال کر کے مسلمانوں کو بیوقوف بنانے اور اپنے سامراجی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہیں، گزشتہ دوڈھائی سو سال کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ سامراجی قوتوں نے مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کے لئے طرح طرح کے حربے اختیار کئے، صرف وہ علمائے حق اور سچے لوگ ہی ان سامراجی سازشوں سے بچ سکے، جنہوں نے عقل وشعور اور فہم وبصیرت کے ساتھ مکر وفریب کے پھیلائے ہوئے اس سامراجی جال کو سمجھا اور دین کی حقیقی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے جرأت و ہمت کا راستہ اختیار کیا اور جدوجہد اور کوشش کی۔

مہنگائی کا عفریت
سرمایہ دارانہ نظام کا پس خوردہ

ملک عزیز آج کل گوناگوں بحرانوں کا شکار ہے، سیاسی نظام کی چولیں تو ہل ہی رہی ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ مہنگائی کا عفریت ملک کے 17 کروڑ عوام کو نگل رہا ہے، ملک میں عوامی ضرورت کے حوالہ سے ذخیرہ اندوزوں نے وہ لوٹ مار مچا رکھی ہے کہ الامان والحفیظ، عام استعمال کی اشیاء، جن میں چینی، بجلی، آئل اور پٹرول وغیرہ شامل ہیں، کی مصنوعی قلت پیدا کر کے ان کی قیمتیں آسمانوں تک پہنچا دی گئی ہیں، اور قاعدہ، قانون اور ضابطہ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے من مانی قیمت مقرر کی جا رہی ہے۔ اور اس حالت میں بھی قانون کا کوئی رکھوالا حرکت میں نہیں آتا، بلکہ اُلٹا حکومت اور اپوزیشن پر مشتمل پارلیمنٹ اور انتظامیہ کے ذمہ داران اس لوٹ کھسوٹ اور مفادات کی گنگا میں اشنان کرنے کے لئے مقدور بھر کوشاں ہیں، اندازہ لگایئے کہ ملک میں چینی کی قلت پیدا کر کے اور مصنوعی طور پر اس کی قیمت بڑھانے کے لئے ملک کے تقریباً 80 شوگر ملز مالکان جو پاکستان کی سیاسی اشرافیہ یعنی حکومتی اور اپوزیشن ارکان پر مشتمل ہیں، ملی بھگت کرتے ہیں، اور عوام کو لوٹنے کے لئے چالاکی اور ہوشیاری سے منصوبہ بندی کرتے ہیں، اخباری اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حالیہ چینی کے بحران کے پیچھے ''شوگر مافیا'' کی سوچی سمجھی سازش کارفرما ہے۔ اس اطلاع کے مطابق ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (T.C.P) نے شوگر ملز مالکان کے ساتھ چینی 28 روپے فی کلو خریداری کا معاہدہ کیا تھا، اور مل مالکان کے پاس چینی کے ذخائر بطورِ امانت رکھوائے گئے تھے، لیکن دھونس و دھاندلی دیکھئے کہ شوگر مل مالکان کی طاقتور لابی نے معاہدہ کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے نہ صرف اس معاہدہ سے انحراف کیا، بلکہ چینی کے جو ذخائر بطور امانت رکھے ہوئے تھے، اُن میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے من مانی قیمت 55 سے 60 روپے تک پہنچا دی گئی اور یوں آئین، قانون، معاہدات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سرمایہ دارانہ ذہنیت کی بنیاد پر عام انسانیت کو لوٹنے کا سلسلہ جاری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی ملک میں معاشی بے چینی اور مہنگائی جیسے اُمور کا تعلق اس ملک کے معاشی نظام کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا ہے، ہمارے ملک میں رائج معاشی نظام سرمایہ داری نقطہ نظر سے تشکیل دیا گیا، جس میں سرمایہ اور جاگیر کی طاقت ''اصل'' قرار پاتی ہے۔ ''سرمایہ'' کی طاقت اور اس کی دھونس اور دھاندلی سے نہ ختم ہونے والا منافع حاصل کرنے کوشش کی جاتی ہے، سرمایہ دار اپنے منافع کو بڑھانے کے لئے آئین و قانون کو روندتا ہے، اپنی جوع الارض (نہ ختم ہونے والی بھوک) مٹانے کے لئے معاہدات کی دھجیاں بکھیرتا ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہوتا ہے کہ مہنگائی، غلط معاشی نظام کی پیداوار ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مہنگائی، سرمایہ دارانہ نظام کا ایسا پس خوردہ ہے اور اس کی بدبو اور سرانڈ سے سوائے بڑے بڑے عفریت پیدا ہونے کے اور کچھ برآمد نہیں ہوتا، آج مہنگائی کے خلاف آواز اُٹھانے والے محض جزوی اور انفرادی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، جبکہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے اندر رہتے ہوئے اس کی ہوس جوع الارض سے بچنا، اور عام انسانیت کے معاشی حقوق کی حفاظت کا دعویٰ کرنا، اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ یہ اصلاحی وعظ تو ہوسکتا ہے، لیکن صحیح شعور پر مبنی مسئلہ کا درست حل نہیں ہے۔ اگر ہم سرمایہ داری کے پیدا کردہ ان عفریتوں کی معاشی دہشت گردی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں سوچنا ہوگا کہ سرمایہ دارانہ نظام، جس میں ''انسانیت'' کی بجائے ''سرمایہ'' کو اصل قرار دیا گیا ہے، اس سے بچاؤ کی حکمت عملی کیا ہے، معاشی سسٹم کی اس خرابی کو سمجھنا اور اس کو بدلنے کی حکمت عملی ترتیب دینا ہی وقت کی ضرورت اور تقاضہ ہے، اسلام ''سرمایہ'' کی بجائے ''انسانیت'' کو اصل قرار دے کر معاشی سسٹم کی ترتیب قائم کرتا ہے۔ آج ہمیں سرمایہ داری نظام سے ہٹ کر اسلام کے معاشی سسٹم کو سمجھنے، اس کا شعور حاصل کرنے، اس کی بنیاد پر نظام بنانے کی کوشش کرنا ہوگی، اور سامراجی قوتوں کو توڑنے کی حکمت عملی تیار کرنا ہوگی۔

(مدیر اعلیٰ)

چینی کی بے چینی ؛
ہمارے لیڈر اور دانشور!

محمد عباس شاد

خلیل جبران لکھتا ہے کہ: ایک شام میں نے فلسفیوں کا ایک گروہ دیکھا جو ٹوکریوں میں اپنے سر رکھے شہر کے بازاروں میں آواز لگاتے پھر رہے تھے، فلسفہ لے لو! فلسفہ!! آہ یہ بھوکے فلسفی پیٹ پالنے کے لیے اپنے سروں اور دماغوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ایک فلسفی نے خاکروب سے کہا: ''مجھے تجھ پر بڑا ترس آتا ہے، اس لیے کہ تیرا ذریعہ معاش بہت محدود اور غلیظ ہے'' خاکروب نے جواب دیا: ''جناب کا بہت بہت شکریہ! لیکن یہ فرمایئے کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟'' فلسفی نے بڑے فخر سے کہا: ''میں لوگوں کو اخلاق، فلسفہ اور فطرت کا درس دیتا ہوں'' خاکروب ہنس پڑا اور جھاڑو سنبھالتے ہوئے بولا: آہ! غریب فلسفی!! آہ بیچارہ فلسفی!!

یہ تعبیر بیک وقت ہمارے دانشوروں اور سیاستدانوں دونوں پر صادق آتی ہے یہ بھی بیچارے اپنے اپنے سر ٹوکروں میں رکھ کر سرِ شام ٹی وی چینلوں پر آ بیٹھتے ہیں اور سوائے خود ساختہ دانش اور سیاست فروشی کے کچھ نہیں کرتے۔ آج کل ہم چینی کے بحران سے دوچار ہیں عوام بیچارے مارے مارے پھر رہے ہیں لیکن چینی نہیں ملتی ایسے موقع پر ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ہمارے دانشور اور سیاست کے گُرو مسئلے کا کوئی حل بتاتے اور ذمہ دار افراد کی نشاندہی کرتے ہوئے نظام کی خرابی واضح کرتے لیکن وہ ٹی وی چینلوں کو اپنی اپنی مزعومہ دانش فروخت کر کے چلے جاتے ہیں، لیکن مسئلہ جوں کا توں ہے۔ وفاقی وزیر صنعت وتجارت نے چینی کی قیمت فروخت 49 روپے 75 پیسے مقرر کی تو وزیر اعظم نے 45 روپے کردی تو لاہور کے چیف جسٹس نے 40 روپے کا نوٹیفکیشن جاری کروادیا، چیف جسٹس آف پاکستان نے ابھی سوموٹو ایکشن کا فیصلہ نہیں کیا لیکن مارکیٹ میں چینی عملاً 60 روپے بھی دستیاب نہیں ہے، یہ ہیں خلیل جبران کے مضمون کے حکمران اور فلسفی۔

ہمارے وزیر خزانہ کہتے ہیں کہ: شوگر مافیا نے 125 ارب روپے کا منافع کمایا ہے، ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (T.C.P) کے چیئر مین کا کہنا ہے کہ چینی کا تیرہ لاکھ ٹن کا ذخیرہ مل مالکان کے پاس موجود ہے لیکن وہ اسے مارکیٹ میں نہیں لا رہے۔ پنجاب کے وزیر قانون کہتے ہیں: ملوں پر چھاپے ماریں گے اور چینی برآمد کریں گے۔ روٹی، کپڑا اور مکان دینے والی پارٹی کی سیکرٹری اطلاعات کہتی ہیں اس میں حکومت، مل مالکان اور چینی کے ڈیلروں کا کوئی قصور نہیں یہ مارکیٹ میکنزم کا مسئلہ ہے۔ خلیل جبران کے فلسفی یہ نہیں بتاتے کہ ہمارے ملک کی تقریباً 80 ملوں کے ساٹھ فیصد مالکان ہماری تین بڑی پارٹیوں کے لیڈر ہیں اور باقی بھی ان کے بھتیجوں، بھانجوں اور دامادوں کی ہیں، وہ یہ نہیں بتا پا رہے کہ ہمارے ہاں شوگر ملز، فلور ملز مالکان، گندم اور گنا پیدا کرنے والے، ارکان اسمبلی، حکمران، اپوزیشن لیڈرز بیک وقت ایک ہی خاندان کے لوگ ہوتے ہیں۔ میڈیا پر بار بار ایک ہی لفظ دہرایا جاتا ہے ''چینی مافیا'' کیا یہ نہیں بتا جا سکتا کہ چینی مافیا کے لوگوں کے کیا نام ہیں؟ وہ کن کن پارٹیوں کے ممبر ہیں؟ ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (T.C.P) کے چیئر مین یہ کیوں نہیں کہتے کہ فلاں فلاں لیڈروں کے پاس تیرہ لاکھ ٹن چینی کا ذخیرہ موجود ہے۔

پنجاب کے وزیر قانون واقعی ذخیرہ اندوزوں کے گوداموں پر چھاپے ماریں گے؟ مجھے مصطفیٰ لُطفی یاد آیا، یہ مصر کا رہنے والا عربی کا اعلیٰ پائے کا ادیب تھا، وہ لکھتا ہے کہ میری سرِ راہ ایک دوست سے ملاقات ہوئی، جو پیٹ میں درد کی شکایت کر رہا تھا، میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا: ''رات کو مرغن اور زیادہ کھانا کھانے کی وجہ سے'' وہ کہتا ہے کہ میں آگے بڑھا تو ایک دوسرے دوست کو پیٹ پر ہاتھ رکھے دیکھا۔ اور دردِ شکم کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا: ''دو دن سے حالتِ فاقہ میں ہوں''، لُطفی کہتا ہے آہ! دونوں ''درد'' سے بچ سکتے تھے اگر پہلا دوسرے کے دستر خوان پر قبضہ نہ جماتا۔

www.rahimia.org

تقویٰ کی اہمیت اور تقاضے

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب —— ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور
(مؤرخہ: 15 مئی 2009ء بمقام ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ، لاہور) ضبط و تحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم،امّا بعد: قال الله تعالیٰ فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا و اطیعوا و انفقوا خیراً لانفسکم ط صدق الله العظیم.

معزز دوستو! اللہ رب العزت نے مسلمان جماعت کی تعلیم وتربیت کے لئے کتابِ مقدس قرآن حکیم میں جا بجا ہدایات اور رہنمائی دی ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ تعلیم وتربیت کے مراحل سے گزر کر عملی زندگی کا آغاز کیا جائے، غیر تربیت یافتہ افراد سے نتائج نہیں پیدا ہوتے۔ دنیا میں وہی اقوام ترقیات حاصل کرتی ہیں، جو کہ منظّم انداز میں اپنی کمزوریاں دور کرتی ہیں، اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے شعوری جدوجہد اور کوشش کرتی ہیں، کتابِ مقدس قرآن حکیم انسانی معاشرے میں ایسی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے جو کہ معاشرے کی جامع ترقی کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔ مسلمان جماعت کوئی فرقہ یا گروہ نہیں کہ جس سے معاشرے میں فرقہ واریت کی نوعیت پیدا ہو، بلکہ مسلمان ایک تربیت یافتہ جماعت کا نام ہے، جس کی تعلیم وتربیت کے لئے قرآن حکیم نازل کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کی بہت سی آیات میں مسلمان جماعت پر زور دیا گیا ہے کہ وہ متقی بنیں اور تقویٰ اختیار کریں، جو آیت تلاوت کی گئی، اس میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم اللہ سے ڈرو جتنی کہ تمہارے اندر طاقت ہے، یعنی ممکن حد تک اپنے سارے وسائل کو استعمال کر کے تقویٰ کے حصول کی کوشش اور جدوجہد کرو۔ قرآن کی بہت سی آیات میں تقویٰ کی حقیقت اور تقویٰ کہ حوالہ سے ذمہ داریوں کا تذکرہ کیا ہے، لیکن ہمارے ماحول میں جب سے ہم غلامی کا شکار ہوئے ہیں، اس وقت سے اب تک دینی اصطلاحات کا بڑا سطحی مفہوم مراد لیا جاتا ہے، دینی تعلیمات کا غلامانہ طریقہ سے مطالعہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت ہی عمدہ اصطلاحات اور احکام محض رسم بن کر رہ گئے۔ چنانچہ تقویٰ کا مفہوم یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان اپنی انفرادی زندگی میں چند نیکیاں اختیار کرلے اور زیادہ سے زیادہ اپنی انفرادی زندگی میں کچھ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے، اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ''تقویٰ'' قرآن حکیم کی بڑی جامع اصطلاح ہے، اس کا تعلق انسان کی تعلیم وتربیت اور اس کے نظامِ فکر وعمل کے ساتھ بڑا گہرا ہے، مجددین اور اولیاء اللہ کی طرف سے تقویٰ کی تشریح میں بڑے اچھے اقوال سامنے آتے ہیں، خاص طور پر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں تقویٰ کی جو تشریح کی ہے، وہ بہت اہم ہے، حضرتؒ نے لکھا ہے کہ اس آیت میں لفظ تقویٰ کی تشریح دراصل قرآن حکیم کی اُس آیت میں ہے، جس میں مسلمان جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عدل وانصاف کو قائم کریں، ہر خطبہ جمعہ کے آخر میں بھی یہ آیت پڑھی جاتی ہے، **ان اللہ یامر بالعدل والاحسان... الآیۃ**، یہ آیت دراصل تقویٰ کی مکمل تشریح پیش کرتی ہے۔ گویا کہ مسلمان جماعت پر لازم ہے کہ وہ تقویٰ کے نتیجہ میں انسانی معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے منظّم جدوجہد اور کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف قائم کرنے کے حوالہ سے اس پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد کی ہے۔ اور اس ذمہ داری کو پورا کرنا ہی دراصل تقویٰ ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے تقویٰ سے متعلق ان تمام اقوال کو امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے جمع کیا ہے، اور اس کا مفہوم متعین کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ کے مفہوم میں تین باتیں ضروری ہیں: پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنے گردوپیش کے تمام حقائق کا شعور پیدا کرے اور انسان کے عقل وشعور میں یہ احساس اُجاگر ہو جائے کہ اس کے گردوپیش میں کونسی حالت عدل کی ہے اور کونسی حالت ظلم کی ہے، ایک ہی بات کو کچھ لوگ عدل اور کچھ لوگ ظلم قرار دیتے ہیں، تقویٰ کے نتیجہ میں یہ صلاحیت پیدا ہونی چاہئے کہ وہ حقیقت پسندانہ طریقہ سے جان سکے کہ عدل وظلم میں فرق کیا ہے۔ دنیا میں عدل وظلم کو پرکھنے کے معیارات مقرر کئے جانا ضروری ہیں، ان کو مدنظر رکھنا ہوگا، جس طرح ہم نے تجربات سے معلوم کرلیا کہ انسانی جسم میں کس درجہ کی حرارت ضروری ہے، اس سے کم یا زیادہ ہوگی تو انسانی جسم کے لئے درست نہیں ہے، تو اس حرارت کو اعتدال کے ساتھ باقی رکھنا، انسانی جسم کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح انسانی معاشروں میں قوموں، خاندانوں اور ملکوں کے درمیان نسبتِ عدل ومساوات کو برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اس کا کیا معیار ہے، اس کو جاننا ضروری ہے، اسی بنیاد پر ہم کہیں گے کہ کونسی سوسائٹی ایسی ہے، جس میں عدل وانصاف قائم ہے اور کونسی سوسائٹی ایسی ہے، جو کہ ظلم کا شکار ہے۔ تقویٰ کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان جماعت میں ایسی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ سماجی معاملات میں عدل وانصاف اور ظلم میں تمیز پیدا کرنے کی حامل بن جائے، ان کا شعور ان کو بتائے کہ یہ سماجی عدل ہے اور یہ سماجی ظلم ہے۔ یہ لین دین ظلم ہے اور یہ عدل ہے، یہ نظام درست ہے اور یہ نظام غلط ہے۔ گویا تقویٰ کے نتیجہ میں مسلمان جماعت کا عقل و شعور اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ وہ حقائق کی بنیاد پر عدل وظلم میں فرق کرسکے، صرف لوگوں کی سنی سنائی باتوں کی وجہ سے نہیں، کیوں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے، وہ سنی سنائی باتوں کو آگے بیان کرنا شروع کردے، بلکہ ایسے موقع پر اپنی عقل کو استعمال کرے، اس سے بڑھ کر یہ کہ خود قرآن کی آیات کے بارہ میں کہا گیا کہ ان آیات کو عقل وشعور کے ساتھ قبول کرو۔ قرآن حکیم میں جہاں **عباد الرحمن** یعنی اللہ کے بندوں کی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے، تو اس میں فرمایا گیا ہے کہ **والذین اذا ذکروا بایٰات ربھم لم یخروا علیھا صما و عمیانا** (۲۵:۷۳) اللہ کے بندے قرآن کی آیات پر اندھے اور بہرے ہوکر نہیں گر پڑتے، بلکہ عقل وشعور سے کام لیتے ہیں کہ ان آیات کا مقصد کیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں تو گزشتہ سو سال سے آیات کا غلط استعمال ہمارے حکمران طبقوں کی علامت بن چکا ہے، اور اپنی ناکامیوں اور کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لئے قرآنی آیات کو استعمال کرتے ہیں، یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور پھر آیات تو قرآن کی پڑھی جاتی ہیں، لیکن اس کے اہداف و مقاصد سامراجی ہوتے ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں عقل وشعور کی بنیاد پر غلط اور درست میں تمیز کرنا، بڑی اہمیت کی حامل بات ہے، گویا کہ تقویٰ سے عقل میں ایسی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، جس سے عدل وظلم، غلط اور درست میں تمیز کی جاسکتی ہے۔ تقویٰ کے مفہوم میں دوسری بات یہ ہے کہ جو چیز عدل ہے، اس کو غالب کرنے کی کوشش ہونی چاہئے اور جو چیز ظلم، بددیانتی اور گناہ ہے، اس کو مٹایا جائے۔ عدل وظلم کے بارہ میں محض علم ہو جانا کافی نہیں ہے، معلومات تو بہت سارے لوگوں کے پاس ہیں، معلومات حاصل ہونے کے بعد اس پر عمل نہ کیا جائے، ان معلومات کے مطابق نتائج نہ حاصل کئے جائیں، تو اس علم کا کیا فائدہ۔ تقویٰ میں دوسری بات یہ کہ انسان کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جائے کہ وہ عدل کو غالب کرنے اور ظلم کو مٹانے کی کوشش کرے، گویا تقویٰ کے نتیجہ میں انسان میں دو قسم کی صلاحیتوں کا پیدا ہونا ضروری ہے، ایک علمی اور شعوری صلاحیت اور دوسری عملی صلاحیت، جس سے عدل وظلم میں فرق کر کے عدل کا نظام غالب کرنے، ظلم کے نظام کو مٹانے کی جدوجہد کرے۔ پھر تقویٰ کے مفہوم میں تیسری بات جو ضروری ہے، وہ یہ کہ یہ دونوں کام کسی دنیاوی لالچ اور غرض کے لئے نہ ہوں، بلکہ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کرے، اس کی بلندی اور بڑائی کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کرے۔ دنیا میں لوگ علم حاصل کرتے ہیں، ڈگریاں حاصل کرتے ہیں کہ اس سے محض دنیا کمائی جائے۔ اور جو علم برائے فروخت ہوتا ہے، وہ قوموں میں صحیح نتائج نہیں پیدا کرتا، بلکہ وہ اصل میں تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے۔ یہاں ہندوستان میں انگریز کے بنائے ہوئے غلامی کے نظامِ تعلیم میں علمی اور عملی مہارتیں قابل فروخت نظریہ کے تحت حاصل کرنے کا طریقہ اپنا لیا گیا، جو آج تک چل رہا ہے۔ حالانکہ دنیا کی ترقی یافتہ اقوام میں تعلیم کا مطلب قومی اور اجتماعی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ اس لئے تقویٰ اختیار کرنے، عدل وانصاف کو غالب کرنے اور ظلم سے بچنے کا عمل انسانیت دوستی کی شکل میں ظاہر ہونا چاہئے، اسی قرآن حکیم نے یہ بھی فرمایا ''اطیعوا'' کہ تقویٰ کے نتیجہ میں ایک منظّم جماعت پیدا ہو، جو کہ نظم وضبط کی پابند ہو، وہ ایک ریوڑ کی شکل میں ایک بھیڑ نہ ہو۔ دنیا میں نتائج اسی وقت پیدا ہوتے ہیں، جب ایک منظّم اجتماعیت ٹیم ورک کے طور پر کام کرے۔ اس لئے مسلمان جماعت کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنے اندر ڈسپلن اور نظم وضبط پیدا کرے، احکامات کو ماننے اور اس کے مطابق نتائج پیدا کرنے کے لئے ایک ٹیم کے طور پر کام کریں، یہ تقویٰ کا نتیجہ ہے۔ پھر فرمایا ''انفقوا'' یعنی اس کے ساتھ ساتھ مالی قربانی کا جذبہ بھی پیدا ہونا چاہئے کہ تقویٰ کے نتیجہ میں تم انسانیت کے مفاد کے لئے مال خرچ کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو یعنی غریب، مسکین اور محتاج لوگوں کے لئے معاشی نظام قائم کیا جائے۔ تقویٰ کا نتیجہ ایک منظّم جماعت کا قائم ہونا ہے، اور پھر اس کے ذریعہ سے انفاق کا نظام قائم کرنا ہے، تقویٰ کا مطلب عقل مارنا نہیں ہے، بلکہ حالات وواقعات کا درست تجزیہ کرنا ہے۔ دین اسلام کی تعلیمات کا مقصد عدل، امن اور معاشی خوشحالی پیدا کرنا ہے، اس لئے مسلمان جماعت کے لئے شعور پیدا کرنا بڑا ضروری ہے، تاکہ معاشرے میں سے ظلم کی تمام حالتوں کو استقامت کے ساتھ ختم کیا جاسکے۔ اس لئے آج کے دور میں ہمارے لئے ضروری ہے، اس آیت کی روشنی میں تقویٰ کا درست مفہوم اس کے نتائج حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

www.rahimia.org

عید الاضحیٰ

اور عشرہ ذی الحجہ کی اہمیت اور فضائل

از مفتی عبدالخالق آزاد

نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے سوال کیا: ”مَاھٰذِہِ الْاَضَاحِیُ ؟“ (یہ قربانی کیا ہے؟) آپؐ نے ارشادفرمایا: ”سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ“ (تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رائج کردہ طریقہ ہے)۔ (مشکوۃ، ص ۱۲۷)

امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ جنہوں نے نوعِ انسانیت کی دنیاوی واخروی فلاح وترقی کی لیے ایسے فطری اصولِ دین واضح کیے ہیں جو بعد میں آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے لیے بنیاد رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آپؑ کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا: قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً o ”بے شک میں آپ کو انسانیت کے لیے امام (اصول وضابطے مقرر کرنے والا رہنما) بنانے والا ہوں“۔ (۱۲۴:۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائم کردہ اصولِ انسانیت پر مبنی جو ملت قائم ہوئی۔ اسے ”ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ“ کہا جاتا ہے۔ بعد میں آنے والے تمام انبیاء علیہم السلام کو اسی ملت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اور نتائج بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ o ”بے شک ہم نے واضح دلائل دے کر اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان پر کتاب اور میزان اتاری تا کہ انسانیت عدل وانصاف پر قائم ہو جائے“۔ (۵۷: ۱۲۵) امام انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم السلام کا مقصد تعلق مع اللہ کے ساتھ انسانیت کے لیے عدل وانصاف کا نظام قائم کرنا رہا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اسی کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتے رہے۔ نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ”ملت ابراہیمیہ حنیفیہ“ کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ قرآنِ حکیم نے ارشاد فرمایا: ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفاًo ”پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ ملت ابراہیمیؑ حنفی کی اتباع کریں“۔ (۱۲۳:۱۶) دینِ اسلام حقیقت میں ابراہیم علیہ السلام کی تحریکِ حنیفیت کے اصولوں کی کامل اتباع کا نام ہے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنَّنِیْ ھَدَانِیْ رَبِّیْ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ،دِیْناً قِیَماً مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفاً ”آپ کہہ دیجئے! کہ بے شک میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے اور وہ ایک مُنضبِط دین ہے جو ملتِ ابراہیمی حنفی پر قائم ہے“۔ (الانعام آیت ۱۶۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسانیت کو عدل وانصاف پر قائم رکھنے کے لیے جو تحریک حنیفیت قائم کی، اس کے دو مراکز آپ نے قائم فرمائے۔ ایک مرکز فلسطین میں ”بیت المقدس“ ہے، جسے انہوں نے اپنے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام کی قیادت میں قائم کیا جو بعد میں حضرت یعقوب (اسرئیل) علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعتوں کا مرکز ومنبع بن کر ظُہور پذیر ہوا۔ دوسرا مرکز وادیٔ مکہ میں ”بیت اللہ الحرام“ ہے۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دوسرے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی راہنمائی میں قائم کیا۔

انسانیت کی فلاح وبہبود کے ان مراکز کے قیام کے سلسلہ میں جو ابتلاء وآزمائش اور مشکل مقامات آئے وہ انسانی تاریخ کے سُنہرے واقعات ہیں۔ آئندہ آنے والے تمام ادیان میں ان حضرات کی جدوجہد اور قربانی کے ان اہم واقعات کو شعائر (روشن علامات) دین قرار دیا گیا ہے۔ ان بزرگوں نے دینِ حنفی کے قیام کے لیے جو لازوال کام کیے ہیں، ان سے فطرتِ انسانیت پر ماحول کے بنائے ہوئے قفل ٹوٹتے ہیں۔ اور نوعِ انسانیت کے بنیادی جوہر کھلتے ہیں۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے سے تزکیہ قلوب، تصفیہ باطن کے ساتھ غلبہ دین کے مظاہر سامنے آتے ہیں اور یوں انسانی معاشرہ میں عدل وانصاف اور تقویٰ وپاکیزگی کا وہ اعلیٰ معیار سامنے آتا ہے جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے مینارۂ نور اور روشن صراط مستقیم کے طور پر جانا جاتا رہے گا۔

ملتِ ابرہیمی حنفی میں ذی الحجہ کے ماہِ مبارک میں کئی عبادات وفرائض شعائرِ دین میں سے ہیں۔ تمام صاحبِ استطاعت مسلمانوں پر اپنی زندگی میں ایک دفعہ اس ماہِ مبارک میں حج کی فرضیت ہے۔ مقیم اور صاحب نصاب مالدار پر قربانی واجب ہے۔ اور عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ نیز ایامِ تشریق اور عشرہ ذی الحجہ میں ذکر اللہ اور عبادات وطاعات وغیرہ اعمال صالحہ کی فضیلت واہمیت وارد ہوئی ہے۔ تا کہ دینِ حنفی کے ماننے والے مسلمانوں کی ایک ایسی اجتماعیت قائم ہو جو شعائرِ دین پر عمل کر کے ایک طرف اپنے قلوب میں ذاتِ باری تعالیٰ کی عظمت ومحبت اور عشق پیدا کریں اور دوسری طرف قربانی اور خدمتِ انسانیت پر مبنی غلبہ دین کے مظاہر سامنے آئیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ ارشادفرماتے ہیں: ”دنیا میں ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے جس میں وہ اپنی قومی ترقی میں کردار ادا کرنے والے راہنماؤں کی سیرت وکردار کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے دین ومذہب کے اہم واقعات کی عظمت اور اس کی یاد مناتے ہیں“۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے بھی دو دن عید کے لیے مقرر کیے ہیں۔ ایک عید الفطر، دوسری عید الاضحیٰ، ان دونوں عیدوں کا مقصد ملت ابراہیمیہ حنیفیہ کے شعائر کی عظمت پیدا کرنا ہے۔ ان دنوں میں زیب وزینت کے ساتھ ساتھ ذکر اللہ اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ تا کہ مسلمانوں کا کوئی اجتماع محض کھیل کود نہ بن جائے۔ اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کے مقصد سے خالی نہ رہے۔ خاص طور پر عید الاضحیٰ کا دن، وہ تاریخی دن ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اعلیٰ مقاصد کی خاطر قربان کرنے کے لیے پیش فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انعام میں ”ذبح عظیم“ کا فدیہ عطا فرمایا۔ عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے میں ملتِ حنیفیہ کے آئمہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے حالات وکیفیات کو سمجھنا ہوتا ہے۔ انہوں نے جس جرأت وہمت سے اپنی جان اور اپنا مال اللہ کی اطاعت کے لیے پیش کیا اور اس پر صبر واستقامت ظاہر فرمائی۔ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا جذبہ بیدار کرنا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ عید کے اجتماع کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ مسلمان جماعت کی شان وشوکت اور دین کے غلبے کا اظہار ہو“۔ (حجۃ اللہ البالغہ جلد۲)

جس طرح ماہ رمضان انسانی قلوب کی تربیت وتزکیہ میں بڑا اکسیر ہے اور اس کے اختتام پر عید الفطر انعامِ الٰہی کے دن کے طور پر منائی جاتی ہے۔ اسی طرح ماہِ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن انفرادی اور اجتماعی طور پر انسان کی ظاہری اور باطنی تربیت وتزکیہ کے دن ہیں، اس ماہِ مبارک میں جہاں صاحبِ استطاعت لوگ حج جیسی عظیم عبادت ادا کرتے ہیں۔ وہاں دیگر مسلمان بھی اس ماہ کے آغاز کے دس (۱۰) دنوں میں عبادات واطاعت، میں مشغول رہ کر بڑے فوائد وثمرات حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ شریعت مطہرہ میں عشرہ ذی الحجہ (ماہِ ذی الحجہ کے ابتدائی دس (۱۰) دن) کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔ ان ایام میں کی گئی عبادات کے فوائد وثمرات اور اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ”حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا، کوئی دن اللہ تعالیٰ کو اتنے پسندیدہ نہیں ہیں کہ جن میں عمل صالح کیا گیا ہو، جتنے ذی الحجہ کے ابتدائی دس (۱۰) دن اللہ کو محبوب ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ کیا جہاد فی سبیل اللہ والے دن بھی اتنے پسندیدہ نہیں ہیں؟ آپؐ نے ارشادفرمایا، جہاد فی سبیل اللہ والے دن بھی ان دنوں کے برابر نہیں ہیں۔ ہاں البتہ اگر کوئی (ان دنوں کے علاوہ کسی دن) اپنی جان اور اپنا مال لے کر جہاد کے لیے نکلا اور انہیں واپس لے کر نہ لوٹا (یعنی جان قربان کر دی اور شہید ہو گیا اور مال دین کے غلبہ کے لیے خرچ کر دیا)“۔ (رواہ البخاری، مشکوۃ ص ۱۲۸) اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جو ”عمل صالح“ انسان دوسرے دنوں میں کرتا ہے اور اس کے فوائد وثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ”عمل صالح“ ان دس (۱۰) دنوں میں کرے گا، تو اس کے نتائج وثمرات اور اجر وثواب

www.rahimia.org

بہت بڑھ جائے گا۔ اس حدیث مبارک میں ذی الحجہ کے ابتدائی دس (۱۰) دنوں میں دین کے تمام اعمال صالحہ کو پوری توجہ، فدویت اور رجوع الی اللہ کے ساتھ سرانجام دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ان دنوں کو جہاد فی سبیل اللہ والے دنوں سے بھی زیادہ محبوب قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ جہاد ظلم ختم کرنے اور دین اسلام کے عادلانہ نظام کو غالب کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اور ان دنوں کے اعمال صالحہ (مناسک حج اور تعظیم شعائر اللہ، قربانی وغیرہ) سے بھی تحریک حنیفیت کے عادلانہ اصول فطرت کے غلبے کا اظہار ہوتا ہے، یہ اعمال صالحہ ایسے ہیں کہ جن سے بین الاقوامی اجتماعی طاقت پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعے سے ظلم کے خاتمے اور عدل کے غلبے کی جدوجہد کا عزم کیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث مبارک میں ارشادِ گرامی ہے: ''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی دن اللہ تعالیٰ کو ایسا محبوب نہیں کہ جن میں اللہ کی عبادت اور خُضوع وتذلّل اختیار کیا گیا ہے۔ جتنا ذی الحجہ کے ابتدائی دس (۱۰) ایام اللہ کو محبوب ہیں۔ ان میں ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزے کے فوائد وثمرات کے برابر ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک رات کی عبادت کے نتائج وثمرات لیلۃ القدر کے فوائد وثمرات کے برابر ہیں''۔ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ ص ۱۲۸) اس حدیث مبارک میں اعمال صالحہ میں سے دو عبادتوں کا تذکرہ کر کے انسانی قلوب واحوال پر مرتب ہونے والے نتائج وثمرات کو بیان کیا گیا ہے۔ گویا ان دنوں کی عبادت انسانی قلوب کو مُزکّی بنانے اور تصفیہ باطن میں بڑی نتیجہ خیز ہیں۔ ان دنوں میں تھوڑی سی توجّہ اور دینی شعور کے ساتھ عمل کرنے سے رذائل جلد ختم ہو جاتے ہیں۔ اچھے اور عمدہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ خواہشات نفسانی پر زد پڑتی ہے۔ حُبِّ مال اور حُبِّ جاہ کا بُت ٹوٹتا ہے اور اس کی جگہ جان ومال کی قربانی کا جذبہ صادقہ اور خُلقِ حسن پیدا ہوتا ہے۔

ان دنوں کا سب سے بڑا عمل صالح وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے:

''حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابن آدم کا کوئی عمل، اس عمل سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں جو وہ قربانی کے دن، قربانی کے جانور کو ذبح کر کے خون بہا کر کرتا ہے۔ بے شک قربانی دینے والا قیامت کے دن قربانی کے جانور کے سینگ، اس کے بالوں اور اس کے کھروں (کے بدلہ میں دیئے جانے والے اجر وثواب) کے ساتھ آئے گا۔ اور بے شک قربانی کا خُون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جاتا ہے (اور قبول کر لیا جاتا ہے) پس خوش دلی سے قربانی کیا کرو!''۔ قربانی کی فضیلت کے بارے میں ایک حدیث میں ہے: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا: ''فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟'' اس قربانی کرنے میں ہمارا کیا فائدہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ'' ہر ایک بال کے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اون (یعنی جس میں بال بہت ہو جاتے ہیں) کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''بكل شعرة من الصوف حسنة'' کہ اون کے ہر بال کے بدلہ میں نیکی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸) ماہِ ذی الحجہ میں قُربانی اتنا بڑا اونچا عمل ہے کہ اس ایک عمل صالح میں تربیت وتزکیہ کے بے شُمار پہلو ہیں۔ انسان اپنی جان کے بدلے میں قربانی دے کر اپنے ہر ہر عُضو اور اَنگ اَنگ سے بارگاہِ الٰہی کے حضور عُبودیت اور فدویت کا اظہار کرتا ہے۔ اور دین کے اعلیٰ مقاصد کے لیے جان تک قربان کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ اس طرح خواہشات نِفسانی ٹوٹتی ہیں۔ اپنی جان کا فدیہ اللہ کے حُضور پیش کر کے حُبِّ جاہ (جو کہ نفس کے تکبر، غرور سے پیدا ہوتا ہے) پر ضرب لگتی ہے۔ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں قربان کر کے اور محتاجوں میں تقسیم کر کے حُبِ مال (سرمایہ پرستی) ختم ہوتی ہے۔ چوں کہ اس سے رذائل کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اور عُمدہ اخلاق جنم لیتے ہیں۔ اس لیے سچے جذبہ کے ساتھ دی جانے والی قربانی کے ہر ایک بال کے بدلہ میں ایک خُلقِ حسن پیدا ہوتا ہے اور انعام الٰہیہ سے مستفید ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قُربانی کی قبولیت کے لیے تقویٰ کی شرط عائد کی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ o ''اللہ تعالیٰ کے یہاں قربان کیے ہوئے جانوروں کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اللہ کے حضور تمہارے دلوں کا ادب اور تقویٰ پہنچتا ہے''۔ (الحج آیت ۳۷)

دین اسلام کے ہر عمل صالح کے نتیجے میں انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، اور تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں سے بُرے اخلاق اور غلط اعمال وافعال ختم ہوں اور اچھے اخلاق، عمدہ رویےّ اور درست اعمال وافعال پیدا ہوں، انسان کی نیت درست ہو اور بدنیتی، منفی سوچ اور غلط رویےّ ختم ہوں۔ یُوں دین کے تمام اعمال صالحہ، ظاہر وباطن کا ادب اور ان کے تزکیہ وتربیت کا کام کرتے ہیں۔ اس لیے حضور اکرم ﷺ سے لے کر آج تک تمام مشائخ کرام انسانی قلوب میں تقویٰ وصلاح پیدا کرنے کے لیے کوشاں رہے ہیں۔ ذکر اللہ سمیت تمام اوراد ووظائف اور اعمال صالحہ اسی لیے کرائے جاتے ہیں تا کہ نیت درست ہو، بارگاہِ خداوندی کا ادب دل میں آجائے اور تعلق مع اللہ کا جذبہ صالحہ بیدار ہو جائے اور دین کے اعلیٰ مقاصد کا شُعور وفہم پیدا ہو جائے۔ تقویٰ کے نتیجے میں سب سے اُونچا عمل صالح وہ ہے، جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت نے اپنی زندگی میں کیا۔ اور جسے بیان کرتے ہوئے قُطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ نے فرمایا: ''ذکر اللہ سے آثار ذکر پیدا ہوتے ہیں۔ اثنائے ذکر کسی کو نفل نمازوں سے انس ہوتا ہے، کسی کو تلاوت قرآن سے، کسی کو تعلیم وتعلم سے، کسی کو کسی اور دینی کام سے اور کسی کو مفادِ عامہ کے امور سے اور انتظام سیاسی سے، کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اکثر کو اسی سے لگاؤ تھا۔ جس کے ماتحت انہوں نے دنیا میں عدل وانصاف قائم کیا۔ اور رفاہِ عامہ کے کاموں کو سرانجام دیا۔ گویا ہر ایک کا مخصوص رنگ ہو جاتا ہے۔ جو اپنی (صلاحیت واستعداد کے مطابق) تھوڑا تھوڑا الگ بھی ہوتا ہے۔ پس جب ذکر پورا ہو جائے (اور اثارِ ذکر ظاہر ہو جائیں) تو پھر مذکورہ بالا اعمالِ صالحہ کی کثرت سے واسطہ رہ جاتا ہے''۔

الغرض عشرہ ذی الحجہ میں اپنی مناسبت واستعداد کے مطابق مذکورہ اعمالِ صالحہ میں سے کسی بھی عمل میں پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ مشغول رہنا، بارگاہِ الٰہی کا ادب پیدا کرنا اور تقویٰ کی نیت کے حصول کی کوشش کرنا باقی دنوں کے مقابلے پر اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ چنانچہ دُرست نظریہ اور صحیح دینی شُعور کے ساتھ عبادات میں مشغولی بہت سے فوائد وثمرات کو مرتب کرتی ہے۔ اسی طرح قربانی جیسی عظیم عبادت کو توجُّہ الی اللہ، سپردگی اور تسلیم ورضا کے ساتھ سرانجام دینا چاہئے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے قربانی ذبح کرتے وقت جو دُعا پڑھی ہے وہ دین کی تعلیمات کا جامع شعور اور تحریک حنیفیت کے غلبہ کا نظریہ واضح کرتی ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو مینڈھے ذبح فرمائے اور جب ان کو قبلہ رُخ لٹایا تو آپؐ نے یہ دعا پڑھی: اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلٰوتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ. ''بے شک میں نے اپنا رخ اس ذات کی جانب کر لیا جس نے آسمان وزمین پیدا کیے ''ملت ابراہیمیہ حنیفیہ'' کے اصول پر اور میں اللہ کا شریک ٹھہرانے والوں میں سے نہیں ہوں بے شک میری نماز اور میرے تمام اعمال اور میری زندگی اور میری موت اسی اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اے اللہ (یہ) تیری طرف سے (عطا) ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کی طرف سے تیرے لیے (قربانی) ہے''۔ پھر آپ نے ''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر'' پڑھ کر جانور ذبح فرمائے (مشکوٰۃ ص ۱۲۸) جانور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھنا چاہیے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّىْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ ''اے اللہ میری اس قربانی کو قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے حبیب محمد ﷺ اور اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو قبول فرمایا تھا۔ قربانی کی یہی وہ اہمیت ہے کہ گذشتہ ۱۴ سو سالوں سے امّت محمدیہؐ پورے تسلسل اور تواتر کے ساتھ اس پر عمل کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص اور پوری ہمت کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

www.rahimia.org

عیدالاضحیٰ کے احکام ومسائل

از مفتی عبدالغنی قاسمی

مسئلہ نمبر۱: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عیدالاضحیٰ ہے، عیدالاضحیٰ کے دن ہر اس مسلمان پر دو رکعت نماز باجماعت بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے جس پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۲: عیدالاضحیٰ کے دن درجِ ذیل چیزیں مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔
۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔
۳۔ غسل کرنا۔
۴۔ مسواک کرنا۔
۵۔ عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔
۶۔ خوشبو لگانا۔
۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔
۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔
۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔
۱۰۔ عیدالاضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھنا۔
۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق یعنی "اَللّٰہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ،لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ، وَلِلّٰہِ الْحَمْد" کہنا۔ اور پیدل عیدگاہ جانا۔
۱۲۔ عیدگاہ جس راستے سے جائے دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

مسئلہ نمبر۳: جہاں نمازِ عید پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، ہاں گھر آ کر نمازِ عید کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۴: عورتیں اور جو لوگ کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۵: ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

طریقہ نمازِ عیدالاضحیٰ: سب سے پہلے نیت کرے کہ دو (۲) رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ پہلی رکعت اس طرح ادا کی جائے گی: تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام ومقتدی سبحانک اللھم آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتداء کریں، اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو (۲) تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین (۳) مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح قرأت فاتحہ وسورت اور رکوع وسجود کیے جائیں۔ دوسری رکعت میں امام پہلے قرأت کرے گا اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین (۳) تکبیرات زائدہ ادا کی جائیں اور ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیئے جائیں، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجود کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کرے۔ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے اس طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہو اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہو گئی ہو تو وہ بھی اس کی قضاء نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر قضاء واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر پڑھنا واجب ہے۔

خطبہ عیدالاضحیٰ کے احکام: نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو (۲) خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے۔ اور خطبہ سننا واجب ہے۔ یعنی اس وقت بولنا، چلنا، پھرنا، اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

تکبیراتِ تشریق کے احکام: عرفہ یعنی نو (۹) ذی الحجہ سے تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک پانچ (۵) دن ایام تشریق کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق یعنی: "اَللّٰہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ،لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر ،اَللّٰہُ اَکْبَر ، وَلِلّٰہِ الْحَمْد" کہنا واجب ہے۔ البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔ نو (۹) ذی الحجہ نمازِ فجر سے لے کر تیرہ (۱۳) ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل تیئس نمازیں ہوئیں۔ نماز کے فوراً بعد یہ تکبیرات کہنا چاہیے۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستہ میں بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنا چاہیے۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیر کہنا بعض آئمہ کے نزدیک واجب ہے۔

رفتارِ کار......

رمضان المبارک کا روحانی تربیتی اجتماع

عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

گزشتہ سالوں کے معمول کے مطابق خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں خانقاہ کے متوسلین اور متعلقین نے پورا ماہِ رمضان المبارک 1430ھ (23 اگست تا 20 ستمبر 2009ء) ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ میں قیام کیا۔ یوں پورا ماہِ رمضان المبارک ادارہ میں روحانی تربیتی اجتماع کا ماحول قائم رہا۔ شعبان کی آخری تاریخوں میں پورا ماہ قیام کرنے والے متوسلین خانقاہِ رائے پور ادارہ میں آنا شروع ہو گئے تھے۔ اور پھر روزانہ دور دراز سے اور بڑی کثرت سے احباب اور متعلقین خانقاہِ رائے پور حضرت کی معیت اور رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں یکسوئی کے ساتھ وقت گزارنے کے لئے تشریف لاتے رہے۔ اس طرح پورا مہینہ روحانی اور تربیتی سرگرمی کا ایک ماحول قائم رہا، آنے والے احباب کی خدمت کے لئے ادارہ کی جانب سے مجلس استقبالیہ اور انتظامیہ ترتیب دی گئی، جنہوں نے بڑی جدوجہد اور محنت سے دور دراز سے آنے والے احباب کی خدمت کی۔

تربیتی پروگراموں میں صبح نمازِ فجر کے بعد روزانہ درسِ حدیث کا سلسلہ جاری رہا، جس میں ملک بھر سے آنے والے علمائے کرام اور فضلائے عظام درسِ حدیث دیتے رہے، صبح 10:00 بجے قرآن حکیم کی تفسیر بیان ہوتی رہی، اور حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی صاحب قرآن حکیم کی تفسیر اور اس کے علوم ومعارف بیان کرتے رہے، 12:00 بجے دن سے دینی موضوعات پر ممتاز دانشور اور علمائے کرام لیکچرز دیتے رہے۔ اور اس کے بعد شرکائے اجتماع باہمی مذاکرہ اور گروپ ڈسکشن کے ذریعہ علمائے کرام کی بیان کی ہوئی باتوں کو سمجھنے میں مصروف رہے۔ اور پھر سوال وجواب کی نشست کے ذریعہ شرکاء کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات دیئے جاتے رہے، ظہر کی نماز کے بعد شرعی احکام اور دینی مسائل پر ایک نشست منعقد ہوتی رہی، جس میں حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر صاحب پیش آمدہ دینی سوالات کے جوابات دیتے رہے، اس طرح شرعی احکام کی اہمیت اور دینی مسائل سے شرکاء کو واقفیت ہوتی رہی، اور اس سے انہیں بہت فائدہ پہنچا۔

نمازِ عصر کے بعد روزانہ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کی معیت میں مجلس ذکر کا اہتمام ہوتا رہا۔ جس میں افطار سے پہلے تک احباب معمولاتِ مشائخ رائے پور کے مطابق ذکر وشغل میں مصروف رہے۔ اور پھر تمام احباب حضرت اقدس کی معیت میں آبِ زم زم اور کھجور سے روزہ افطار کرتے رہے۔ خانقاہِ رائے پور کے متوسلین، خاص طور پر رمضان المبارک کے تربیتی اجتماع کے لئے آبِ زم زم حرم شریف مکۃ المکرّمہ سے لاتے رہتے ہیں۔ اسی طرح روزانہ عشاء اور تراویح کی نماز کے بعد تلاوت ہوئے پارہ کے مضامین کا خلاصہ شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب بیان کرتے رہے۔ جس میں شرکائے اجتماع کے علاوہ لاہور شہر سے بھی احباب بڑی دلچسپی سے شرکت کرتے رہے۔ اور پھر حضرت گنگوہیؒ کی کتاب ''امداد السلوک'' کے اہم اقتباسات پڑھ کر سنائے جاتے رہے۔ اس سے احباب نے بھرپور فائدہ اُٹھایا۔

29 رمضان المبارک ہفتہ کی شب کو ادارہ میں تراویح اور نفلوں میں سنائے جانے والے تین قرآن پاک ختم ہوئے، اس موقع پر حضرت اقدس رائے پوری نے بڑی رقت آمیز دعاء فرمائی۔ جس میں دور دراز سے آکر احباب نے شرکت فرمائی۔ دعا کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ العالی کے مجازین حضرت مولانا محمد مختار حسن، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور حضرت مولانا مفتی سعید الرحمٰن نے قرآن حکیم کی عظمت اور اہمیت پر بیانات ارشاد فرمائے، اس کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد نے آخری تین سورتوں کی تفسیر بیان کی، اس موقع پر ادارہ کا مسجد ہال اور ارد گرد کے برآمدے حاضرین سے بھرے ہوئے تھے، بیانات کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی کی دعاء سے یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے بعد دور دراز سے اپنی گاڑیوں اور بسوں پر آنے والے احباب مصافحہ کر کے اپنے اپنے شہروں کو رُخصت ہوئے۔

رمضان المبارک کی تکمیل پر یکم شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ (21 ستمبر 2009) بروز پیر کو نمازِ عیدالفطر کا اہتمام بھی ادارہ رحیمیہ میں کیا گیا۔ جس میں لاہور اور گرد ونواح سے احباب نے شرکت کی۔ صبح 07:45 پر مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے عیدالفطر کی اہمیت پر خطاب شروع کیا اور 08:30 بجے نمازِ عیدالفطر ادا کی گئی۔ اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی نے احباب کو عیدالفطر کی مبارک باد دی، اور تمام احباب نے مصافحہ ومعانقہ کیا۔

www.rahimia.org

احکام ومسائل قربانی

از مفتی عبدالخالق آزاد

مسئلہ نمبر۱: ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے جو عید الاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب اور مالدار ہو یعنی ساڑھے باون تولہ (52-1/2) چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان کا مالک ہو۔ اس مال کی ملکیت پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر اس دن بھی اتنے مال کا مالک بنا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (شامی ص۳۱۲/۶)

مسئلہ نمبر۲: گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علیحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر۳: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہوگی۔ لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (عالمگیری ص۱۹۹ جلد۶)

مسئلہ نمبر۴: فقیر محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ (شرح البدایہ ۴۴۳/۴)

مسئلہ نمبر۵: ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا ہوتا ہو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر قربانی کر لے تو ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر۶: قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں۔ بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۷: قربانی کے لیے گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو (۲) سال، اور اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر بھیڑ یا دُنبہ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے، تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۷: گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر لیں تو بھی درست ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصہ دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو، تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۹: چھوٹے جانور بھیڑ، بکری وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہو سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰: اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات (۷) آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ (۵) آدمی یا چھ (۶) آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ (۸) آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ (ایضاً)

مسئلہ نمبر۱۱: اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی۔ البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر۱۲: سات (۷) آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات (۷) حصے بناتے وقت اندازہ سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔ (شرح التنویر ص۳۱۰ جلد۵)

مسئلہ نمبر۱۳: قربانی کا جانور صحیح اور بغیر عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں جن میں درجِ ذیل عیب ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہونا۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو۔ (البتہ وہ جانور جس کے کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)۔

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیئے گئے ہوں بھیڑ بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو (۲) تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ان کے خول ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)

مسئلہ نمبر۱۴: ذی الحجہ کی دسویں (۱۰) تاریخ سے لے کر بارہویں (۱۲) تاریخ کی شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں (۱۰) تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارہویں تاریخ اور پھر بارہویں تاریخ ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵: نمازِ عید الاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ جب لوگ نماز پڑھ لیں تب قربانی کرنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر۱۶: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح نہ کرے یا ذبح کے وقت سامنے نہ کھڑا ہو تو قربانی کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۱۷: قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کر دے سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

مسئلہ نمبر۱۸: قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹: جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہے مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور نذر کی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

مسئلہ نمبر۲۰: قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی / چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۲۱: قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کر دیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے۔ البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنا لے تو جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲: قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

ادارہ رحیمیہ میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے، جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے قربانی میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے دفتر سے رابطہ کر کے اپنا نام درج کروالیں۔ گائے میں قربانی کا ایک حصہ تقریباً مبلغ =/4,000 روپے کا ہوگا۔

قربانی کے موقع پر ادارہ کا تعاون کریں

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور سے وابستہ احباب اور معاونین ملک بھر میں ادارہ کے لئے قربانی کی کھالیں جمع کرتے ہیں، متعلقین اور متوسلین اور دیگر تمام احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں چرمہائے قربانی اکٹھا کرنے کے لئے ملک بھر میں ادارہ کے قائم کردہ مراکز میں کارکنان اور معاونین رحیمیہ سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

نام معاون ادارہ رحیمیہ: ....

ایڈریس اور رابطہ نمبر: ....